۲۸۰۸۲
۶/۹
۲۰۲۴ء

باسمہ سُبحانہٗ وتعالیٰ

حضرات علماءِ کرام ومفتیانِ عظام دامت برکاتکم العالیہ!

1 صرف کی جانے والی اشیاء اپنا فائدہ اُس وقت دیتی ہیں، جب اُنہیں خرچ کر دیا جائے۔ کرنسی آج کے دور میں ذریعہ مبادلہ میں استعمال ہونے کے علاوہ مال کی صورت میں جمع بھی کی جاتی ہے، کیا کوئی شخص کرنسی وقف کر سکتا ہے، اس کی کیا صورتِ ممکن ہو سکتی ہے؟ کیا نقد رقم کے وقف کی اجازت دی جاسکتی ہے کہ نقد رقم سے سرمایہ کاری کی جائے اور محض آمدنی فلاحی مصرف میں استعمال ہو؟ کیا یہ ضروری ہو گا کہ کرنسی کے ساتھ کوئی ایسا اثاثہ بھی وقف میں شامل ہو جس کے ہونے کی وجہ سے وقف کا کچھ مال باقی رہے، کرنسی کو فلاح وبہبود کے مصارف میں خرچ کرنے باوجود بھی؟

2 واقف کی وصیت کو نصِ شریعت جیسی اہمیت حاصل ہوتی ہے، بسا اوقات حالات کی تبدیلی سے وقف کا جو خاص مصرف واقف نے تجویز کیا ہوتا ہے، اس سے بہتر مصرف وقت گزرنے کے ساتھ سامنے آسکتا ہے، اس صورت میں کیا واقف کے بتائے ہوئے مصارف میں قاضی یا حکومتِ وقت، مصلحت اور اجتماعی منفعت کو دیکھتے ہوئے کوئی تبدیلی تجویز کر سکتی ہے؟ مثال کے طور پر پانی حاصل کرنے کیلئے پُرانے سے جدید ذرائع کا استعمال، مسافروں کی سہولت کے لئے پُرائے ذرائع نقل وحمل کے بجائے جدید ذرائع نقل وحمل کا استعمال وغیرہ۔

اگر مصرف پانی مہیا کرنا تھا جس کا کوئی مستقل بندوبست علاقہ میں ہو گیا تو پھر مصرف میں کوئی تبدیلی کرنا جیسے توانائی کے ذرائع کی فراہمی وغیرہ، کیا اس کو ممکن بنانے کی یہ صورت ہو سکتی ہے کہ سرکاری سطح پر وقف کے کاغذات میں یہ شق ڈال دی جائے کہ قاضی یا حکومتِ وقت، مصلحت اور اجتماعی منفعت کو دیکھتے ہوئے وقف کے مصرف میں تبدیلی کر سکتی ہے؟ جب ان کاغذات پر واقف کی رضامندی کے ساتھ دستخط ہوں گے، تو اس طرح سے ممکنہ مسئلہ کا حل نکالا جاسکتا ہے؟

3 کیا استبدال کی صرف اسی صورت میں اجازت ہے جب وقف کیا ہوا اثاثہ بالکل ناقابلِ استعمال ہو جائے؟ یا اس کی ایسی صورت میں بھی گنجائش ہے کہ استبدال اس لئے کیا جائے تاکہ وقف کئے ہوئے مال یا زمین کی پیداواری صلاحیت بڑھے؟ مثال کے طور پر زرعی زمین کو کمرشل پلازہ سے تبدیل کرنا، زمین بیچ کر ایسی جگہ منتقل کرنا جہاں زیادہ کرایہ مل سکتا ہو۔ زمین کی دوبارہ اس طرح تعمیر کرنا کہ اس سے زیادہ منفعت حاصل کی جاسکے اور جس سے فلاحی مصرف میں زیادہ سے زیادہ بہتر نتائج حاصل کئے جاسکتے ہوں؟

4 کیا امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے سے یہ استنباط کیا جاسکتا ہے کہ عارضی وقف کی بھی اجازت ہے؟ اگر واقف کچھ مدت کے لئے کوئی اثاثہ وقف کرے تو اس مدت کے اختتام پر ملکیت واپس اس کی طرف لوٹ جائے یا اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی؛ کیونکہ وقف مستقل ہونا ضروری ہے اور یہ عارضی نہیں ہو سکتا؟ کیا یہ صورت ممکن ہے کہ وقف ایک شخصی وجود رکھتے ہوئے بلاسود قرض حاصل کرے جس میں وہ لوگ حصہ لے سکتے ہیں جو تھوڑی مدت کے لئے اپنی رقم کسی فلاحی مقصد کے لئے دینے کو تیار ہوں مگر اس رقم کی ملکیت اس مدت کے گزرنے کے بعد کھونا نہ چاہتے ہوں؟

براہِ کرم مذکورہ سوالات کے مفصل ومدلل جوابات قرآن وحدیث کی روشنی میں دے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

(جواب منسلکہ ورق پر ملاحظہ فرمائیں)

مستفتی: بندہ محمد سلمان صوابی عفی عنہ سلمان صوابی

رابطہ نمبر: 0349-0933430

پتہ: محلہ بازنگی دوبیان تحصیل لاہور ضلع صوابی

دار الافتاء
فتویٰ نمبر ۲۲۲۳۰

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

الجواب حامدًا ومُصلّيًا

﴿١﴾۔۔۔ مُفتیٰ بہٖ قول کے مطابق نقود (کرنسی) کا وقف جائز ہے، بشرطیکہ ان نقود کو خرچ کرکے ختم نہ کیا جائے، بلکہ اُنہیں تجارت میں لگایا جائے یا کسی کو بطورِ مضاربت دیدیا جائے تاکہ وہ ان سے تجارت کرکے نفع حاصل کرے، اور حاصل شدہ نفع کو مستحقین اور واقف کے متعین کردہ مصارف پر خرچ کیا جائے، اور اصل وقف رقم باقی رہے۔

نقود (کرنسی) کے وقف کے درست ہونے کے لئے ساتھ کسی دوسرے اثاثے کا ہونا ضروری نہیں؛ کیونکہ نقود (کرنسی) کی اصل اپنی مثل کی صورت میں باقی رہتے ہیں، ان سے حاصل ہونے والا نفع فقراء میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

لما جاء في «الدُّرّ المختار» لعلاء الدين الحصكفي مع «رَدّ المحتار» لابن عابدين الشامي، (٤/ ٣٦٣):

(و) كما صحّ أيضًا وقف كلّ (منقولٍ) قصدًا (فيه تعاملٌ) للناس (كفأسٍ وقدومٍ) بل (ودراهم ودنانير). قلت: بل ورد الأمر للقضاة بالحكم به كما في "معروضات المفتي أبي السعود" ومكيلٍ وموزونٍ فيباع ويدفع ثمنه مضاربةً أو بضاعةً فعلى هذا لو وقف كرًّا على شرط أن يقرضه لمن لا بذر له ليزرعه لنفسه فإذا أدرك أخذ مقداره ثم أقرضه لغيره وهكذا جاز «خلاصة».

[وقال العلّامة ابن عابدين الشامي: وقال "المصنف" في «المنح»: ولما جرى التعامل في زماننا في البلاد الرومية وغيرها في وقف الدراهم والدنانير دخلت تحت قول محمّد المفتى به في وقف كلّ منقولٍ فيه تعاملٌ كما لا يخفى؛ فلا يحتاج على هذا إلى تخصيص القول بجواز وقفها بمذهب الإمام زفر من رواية الأنصاري والله تعالى أعلم، وقد أفتى مولانا صاحبُ«البحر» بجواز وقفها ولم يحك خلافًا. اهـ.]

﴿٢،٣﴾۔۔۔ اگر واقف نے (اپنے لئے یا کسی اور کے لئے) استبدال کی شرط نہ لگائی ہو یا عدمِ استبدال کی شرط لگائی ہو تو اِن دونوں صورتوں میں استبدال کی گنجائش اُس وقت ہے جبکہ وقف بالکل قابلِ انتفاع نہ رہے، البتہ اگر واقف نے استبدال کی شرط لگائی ہو تو ایسی صورت میں استبدال کے لئے وقف کا بالکل قابلِ انتفاع نہ ہونا شرط نہیں بلکہ واقف جب مناسب سمجھے استبدال کا فیصلہ کرسکتا ہے، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اگر واقف نے بوقتِ وقف اپنے لئے یا کسی اور کے لئے استبدال کی شرط لگائی ہو، اور ایسی صورتحال پیش آجائے کہ اس وقف سے ہر

دار الافتاء

جاری ہے۔۔۔

لحاظ سے بہتر جگہ اُسی قیمت پر دستیاب ہو، اُس کی آمدنی بھی اس وقف سے زیادہ ہو، محلِّ وقوع اور محلّہ بھی اس سے بہتر ہو تو ایسی صورت میں بہتر فوائد حاصل کرنے کے لئے اس وقف کو تبدیل کرنے کی گنجائش ہے، ورنہ نہیں۔ البتہ حضراتِ فقہاءِ کرام رحمۃ اللہ علیہم کی تصریحات کے مطابق بوقتِ ضرورت یہ اختیار قاضی کو ہے، جو صاحبِ علم وعمل، عادل، صاحبِ تقویٰ اور پابندِ شرع ہو اور وہ استبدال میں مصلحت سمجھے، تاہم اگر باضابطہ نظامِ قضاء نہ ہو یا نظامِ قضاء تو ہو لیکن قاضی عادل نہ ہو اور عدالت میں فیصلہ لے جانے کی وجہ سے وقف کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہو تو اس صورتحال میں اہلِ صلاح مسلمانوں کی جماعت قاضی کے قائم مقام ہو سکتی ہے۔

لما جاء في «الدُّرِّ المختار» لعلاء الدين الحصكفي مع «رَدِّ المحتار» لابن عابدين الشامي (المتوفى: ١٢٥٢هـ)، (٤/ ٣٨٦، ٣٨٨):

(وأمّا) الاستبدالُ ولو للمساكين آل (بدون الشرط فلا يملكه إلا القاضي). [وقال العلّامة ابن عابدين الشامي تحت (قوله: بدون الشرط) دخل فيه ما لو اشترط عدمه كما سيذكره "الشارح"...إلخ

وفيه أي: «رَدّ المحتار» أيضًا بعد أسطرٍ: قال "العلامة البيري" بعد نقله أقول: وفي «فتح القدير»: والحاصل: أن الاستبدال إما عن شرط الاستبدال أولا عن شرطه، فإن كان لخروج الوقف عن انتفاع الموقوف عليهم، فينبغي أن لا يختلف فيه وإن كان لا لذلك بل اتفق أنه أمكن أن يؤخذ بثمنه ما هو خيرٌ منه مع كونه منتفعًا به، فينبغي أن لا يجوز؛ لأن الواجب إبقاء الوقف على ما كان عليه دون زيادة ولأنه لا موجب لتجويزه؛ لأن الموجب في الأول الشرط وفي الثاني الضرورة ولا ضرورة في هذا إذ لا تجب الزيادة بل نبقيه كما كان. اهـ.

أقول: ما قاله هذا المحقق هو الحق الصواب اهـ كلام "البيري" وهذا ما حرره "العلامة القنالي" كما قدّمناه و في «البحر» (٥/ ٢٦٥): وإنما الكلام الآن في شروط الواقفين فقد أفادوا هنا أنه ليس كلُّ شرطٍ يجب اتباعه فقالوا: هنا إنّ اشتراطه أن لا يعزله القاضي شرطٌ باطلٌ مخالفٌ للشرع وبهذا علم أنّ قولهم: "شرط الواقف كنص الشارع" ليس على عمومه قال العلامة قاسم في "فتاواه": أجمعت الأمة أنّ من شروط الواقفين ما هو صحيحٌ معتبرٌ يعمل به ومنها ما ليس كذلك.

و قال العلّامة ابن عابدين الشامي في «حاشيته على "البحر الرائق" المسمّاة بـــ"منحة الخالق"»:

فهذه الشروط لا بدّ من مراعاتها وذكر "الشارحُ" في "كتاب القضاء" عند الكلام على قوله: وإذا رفع إليه حكم قاض إمضاء إلخ. نقلا عن «الأشباه والنظائر» للأسيوطي معزيًّا إلى «فتاوى السبكي» أن قضاء القاضي ينقض عند الحنفية إذا كان حكمًا لا دليل عليه قال وما خالف

جاری ہے۔۔۔

دار الافتاء

شرط الواقفَ فهو مخالفٌ للنص وهو حكم لا دليل عليه سواء كان نصّه في الواقف نصًّا أو ظاهرًا. اهـ. قال هذا "الشارح" وهذا موافقٌ لقول مشايخنا كغيرهم شرط الواقف كنصِّ الشارع فيجب اتباعه كما في «شرح المجمع» للمصنف اهـ. فهذا يؤيّد قوله: ويصحّ أن يكون التشبيهُ في وجوب العمل أيضًا تأمل والله تعالى أعلم اهـ. قلت: استثنى المؤلف في "أشباهه" من هذا الأصل مسائل:... أو كان في الزيادة نفعٌ للفقراء فللقاضي المخالفةُ دون الناظر... السابعة شرط الواقف عدمَ الاستبدال فللقاضي الاستبدال إذا كان أصلح. اهـ.]

﴿۴﴾۔۔۔واضح رہے کہ وقف میں تابید(یعنی شئے موقوفہ کا ہمیشہ کے لئے وقف ہونا) ضروری ہے، چنانچہ اگر کوئی چیز ایک متعینہ مدّت تک کے لئے وقف کی گئی تو وہ وقف درست نہیں ہوگا، نیز عام حالات میں بلا ضرورت وقف کے لئے استدانت(یعنی وقف کے لئے قرض لینا) بھی جائز نہیں ہے، بہر حال عارضی وقف درست نہیں ہوگا بلکہ وقف کے لئے مستقل اور دائمی ہونا ضروری ہے۔

لما جاء في «فتاوى قاضيخان» لفخر الدين حسن بن منصور الأوزجندي الفرغاني الحنفي (المتوفى سنة ٥٩٢)، (٣/ ١٥٩):

والناس لم يأخذوا بقول أبي حنيفة رحمه الله تعالى في هذا؛ للآثار المشهورة عن رسول الله ﷺ والصحابة رحمهم الله تعالى وتعامل الناس باتخاذ الرباطات والخانات أولها وقف الخليل صلوات الله وسلامه عليه.

و في «روضة الطالبين وعمدة المفتين» لأبي زكريا محيي الدين يحيى بن شرف النووي (المتوفى: ٦٧٦هـ) (٥/ ٣٢٥):

لَوْ قَالَ: وَقَفْتُ هَذَا سَنَةً، فَالصَّحِيحُ الَّذِي قَطَعَ بِهِ الْجُمْهُورُ أَنَّ الْوَقْفَ بَاطِلٌ. ------------------------والله تعالیٰ اعلم بالصواب

محمد آصف عفی عنہ
محمد آصف جھنگوی غفرلہ ولوالدیہ
دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی
۱۸/ربیع الثانی/۱۴۴۴ھ
۱۴/نومبر/۲۰۲۲ش

الجواب صحیح
بندہ عبد الرؤف سکھروی عفی عنہ
مفتی جامعہ دار العلوم کراچی
۱۸/ربیع الثانی/۱۴۴۴ھ
۱۴/نومبر/۲۰۲۲ش

الجواب صحیح
شاہ محمد تفضل علی عفی عنہ
۱۹/۴/۱۴۴۴ھ

الجواب صحیح
محمد عبد اللہ عفی عنہ
۱۹-۴-۱۴۴۴ھ

دار الافتاء
فتویٰ نمبر ۲۷/۲۲۳۰
۲۰/۴/۱۴۴۴ھ
۱۶/۱۱/۲۰۲۲ء

الجواب صحیح
سعید احمد عفی عنہ
۱۸/۴/۱۴۴۴ھ

الجواب صحیح
۱۹/۴/۱۴۴۴ھ

مفتی